ممبران کیلئے

لیبر ایجوکیشن

LEF

دسمبر 2010ء — لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا ماہانہ نیوز لیٹر — اشاعت نمبر 64

اس شمارے میں

- ☆ اداریہ
- ☆ خطوط
- ☆ کارکنوں کیلئے ضابطہ اخلاق
- ☆ زرعی اصلاحات کا عمل ناگزیر ہو چکا ہے
- ☆ محنت کش عورت بزدل نہیں بلکہ بہادر ہے
- ☆ 30 لاکھ رجسٹرڈ مزدوروں میں سے صرف ساڑھے تین لاکھ پنشن لیتے ہیں
- ☆ آمروں کے دور میں بھی ایسے مزدور مخالف اقدامات نہیں اٹھائے گئے
- ☆ مزدور نامہ
- ☆ جدوجہد جاری رکھیں اگر حقوق چاہئیں
- ☆ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ورکشاپس کا انعقاد
- ☆ پی ٹی سی ایل کی زبوں حالی

رابطہ

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن

A-25 ڈیوس روڈ، لاہور

فون: 042-36303808 فیکس: 042-36271149

ای میل: lef@lef.org.pk ویب سائٹ: www.lef.org.pk

کراچی آفس: کمرہ نمبر 404، مشرق سنٹر، بلاک نمبر 14 گلشن اقبال، کراچی فون: 021-7075324

اداریہ

محنت کش طبقات ہی مضبوط تحریک سے حکمرانوں کے ایجنڈوں کو بے نقاب کر سکتے ہیں

سامراجی ممالک اور مالیاتی اداروں، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی اقتصادی غارت گری اور اس سلسلے میں ملکی حکمرانوں کے بھرپور تعاون کے نتیجے میں کروڑوں محنت کش عوام پر جو گزر رہی ہے وہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، اور ان کی حالت زار سب کے سامنے ہے انہی پالیسیوں اور ایجنڈوں کا نتیجہ ہے کہ آج بدترین مہنگائی اور بیروزگاری کا خوفناک اور بے قابو جن بوتل سے باہر آ چکا ہے اور اب اسے قابو کرنا سامراجی ممالک اور مالیاتی اداروں کے شکنجوں میں جکڑے ہوئے حکمران طبقات اور انکے طفیلیوں کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ ہم پہلے بھی بارہا یہ کہہ چکے ہیں کہ سامراجی اداروں کے ایجنڈوں پر تن من سے عمل پیرا حکمرانوں کی "مہربانیوں" کے نتیجے میں ملک کے محنت کش عوام کی حالت ہر گزرتے دن کے ساتھ دگرگوں ہوتی جا رہی ہے اور زندگی گزارنا ان کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف کر دی گئی ہے۔ ہر نیا دن محنت کش عوام کے لیے ایک نئی مصیبت لیکر آتا ہے کبھی اشیائے خورد و نوش قیمتوں میں ہوشربا اضافوں کے باوجود نایاب ہو جاتی ہیں اور چینی جیسی روزمرہ استعمال کی شے 110 روپے کلو پر بھی دستیاب نہیں ہوتی تو کبھی بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ انہیں جیتے جی مار دیتی ہے۔ آئی ایم ایف کی ایماء پر بجلی کی قیمتوں میں 17% اضافہ تو کر دیا گیا ہے مگر ملک بھر میں توانائی کے بحران میں شدت بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں صنعتی و معاشی ترقی کے جو پرخچے اڑ رہے ہیں اسکے تباہ کن اثرات بھی براہ راست محنت کش طبقے پر ہی مرتب ہو رہے ہیں اور بڑے پیمانے پر بیروزگاری پھیل رہی ہے۔ سردی کے موسم میں بھی عوام طویل ترین لوڈشیڈنگ کا عذاب سہنے پر مجبور ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں توانائی کے سستے اور متبادل ذرائع اپنانے کی بجائے حکمران طبقات دیگر ممالک کے تعاون سے ایسے منصوبوں پر عمل پیرا ہیں جن کے نتیجے میں سستی بجلی کا حصول ممکن ہو نہ ہو البتہ "کمیشن مافیا" کے وارے نیارے ضرور ہو جائیں گے۔ اب کرائے کے بجلی گھروں یا دیگر غیر ملکی اداروں کے تعاون سے مہنگی بجلی پیدا کرنے کی بجائے تھرکول پراجیکٹ جیسے ملکی منصوبوں پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا جسکے نتیجے میں سندھ کے علاقے تھر میں موجود کوئلے کے وسیع ذخائر کو استعمال میں لا کر ہزاروں میگاواٹ بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔

ایسے حالات میں ایک طرف تو محنت کش طبقے کے لیے جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنا مشکل ہو گیا ہے تو دوسری جانب سرمایہ داروں کے نمائندے حکمران اور اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے عوام کے نام نہاد خیر خواہ اپنا اقتدار بچانے یا اسے حاصل کرنے کی تگ و دو میں مصروف نظر آتے ہیں اور اس سلسلے میں آئے روز ایک دوسرے پر الزامات کی بوچھاڑ کرتے رہتے ہیں، لیکن اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ موجودہ حکمران ہوں یا حکمرانی کے منتظر سیاست دان ہوں، کرنا سب نے وہی ہے جسکی منظوری سامراجی مالیاتی ادارے دیں گے جو عالمی سامراجی اجارہ دارانہ نظام کے عین مفاد میں ہوگا۔ کیونکہ جہاں حکمران طبقات محنت کش عوام کی بجائے سامراجی اداروں کو جوابدہ ہوں وہاں اور کوئی توقع کی بھی نہیں جا سکتی۔ آج اگر نہایت بے شرمی کیساتھ سینٹ کمیٹی میں ریفارمڈ جی ایس ٹی اور ترمیمی بل کی منظوری کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ "ملک کو بحران سے نکالنے کے لیے آئی ایم ایف سے رجوع کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور ملکی معیشت کو سنبھالا دینے اور سیلاب متاثرین کی بحالی اور تعمیر کے لیے آر جی ایس ٹی اور فلڈ سرچارج کے نفاذ کی کڑوی گولی نگلنی پڑے گی" تو اس میں کسی شک و شبے کی کوئی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ ملک بحران سے نکلے یا نہیں یہ خود ضرور بحران سے نکلنا چاہتے ہیں۔ ان حالات میں حکمران طبقات کے پاس عوام کو دینے کے لیے ماسوائے طفل تسلیوں کے اور ہے بھی کیا؟ اس لیے ان حالات میں محنت کش طبقے کا یہ فرض بن جاتا ہے کہ وہ آگے بڑھ کر نہ صرف سامراجی مالیاتی اداروں اور ان کے ایجنڈوں پر کاربند حکمران طبقات کو بے نقاب کریں بلکہ طبقاتی بنیادوں پر ایک ایسی تحریک کا آغاز کریں جس کے نتیجے میں ہر قسم کے استحصال اور لوٹ مار کی تمام صورتوں کا سدباب کر کے تاریخ کے اندھیر غاروں کو اس کا مقدر بنا دیں۔

قارئین کے خطوط

گارمنٹ کے محنت کشوں کے بنیادی مسائل

میں لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی مستقل قاری ہوں اور اس میں محنت کشوں سے متعلقہ مسائل اور اس کے لیے جاری جدوجہد کا مطالعہ نہایت ذوق وشوق سے کرتی ہوں کہ اس سے خود ہمیں تحریک ملتی ہے۔ اس سلسلے میں مجھے بھی ہمت ملی کہ اپنے خیالات قارئین نیوز لیٹر کے ساتھ شیئر کرسکوں۔

ٹیکسٹائل کی ملکی صنعت میں کراچی کی گارمنٹ کو بھی خاصی اہمیت حاصل ہے۔ کراچی میں گارمنٹ کا تیار ہونے والا 80% مال بیرون ملک برآمد کیا جاتا ہے، جس سے سرمایہ داروں کے منافع میں خوب اضافہ ہو رہا ہے اور وہ خوب ترقی کر رہے ہیں لیکن سوال درآمد و برآمد یا سرمایہ داروں کے منافع اور ترقی کا نہیں ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ اس پیداواری عمل میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والے محنت کش طبقے کو اس کے کتنے ثمرات مل رہے ہیں اور وہ کس طرح اپنی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

اصل میں صورتحال کچھ یوں ہے کہ کراچی میں ایک بڑی فیکٹری سے لیکر ایک چھوٹے یونٹ تک میں مزدوروں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ نہایت افسوس ناک اور شرمناک ہے اور یہ صرف کراچی میں ہی نہیں بلکہ ملک بھر کے محنت کشوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔

اگر گارمنٹ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ کام کٹنگ سے شروع ہوتا ہے اور اسٹچنگ، کروپنگ، واشنگ، فنشنگ اور پیکنگ پر ختم ہوتا ہے۔

ان تمام مراحل میں انسانی محنت کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں مزدوروں کو جن میں ایک بڑی تعداد خواتین کی بھی ہوتی ہے کو کتنی محنت کرنی پڑتی ہے، لیکن 14,14 گھنٹے محنت کرنے کے باوجود ان کو ملتا کیا ہے؟ صرف دو سو سے تین سو روپے یومیہ اجرت، موجودہ مہنگائی کے اس دور میں اس معمولی اجرت پر زندگی گزارنا ایک مزدور کے لیے کیونکر ممکن ہے۔ اس کے علاوہ گارمنٹ میں کام کرنے والوں کو کوئی تحفظ بھی فراہم نہیں کیا جاتا۔ نہ ہی انہیں سوشل سکیورٹی اور انشورنس یا پنشن وغیرہ کی سہولت حاصل ہے۔ اصل میں سرمایہ دار طبقہ حاکم اور محنت کش محکوم ہیں، ایک آقا اور دوسرا رعایا کیونکہ گارمنٹ کے محنت کش ہوں یا دیگر شعبوں سے وابستہ محنت کش، ان کے لٹنے اور انہیں لوٹنے والوں کا انداز یکساں ہے۔

سندھو (گل گوٹھ) کراچی

☆☆☆

محنت کشوں کی جدوجہد میں طالبعلموں کی شمولیت ضروری ہے

ہر طبقاتی سماج اپنے جوہر میں استحصال پر مبنی ہوتا ہے اور ہر طبقاتی نظام کو نظریاتی بنیادیں وہ تعلیم فراہم کرتی ہیں جو استحصالی طبقے کے مفاد میں ہوتا ہے۔ ایسی تعلیم کے نتیجے میں ایسے نوجوانوں کو تیار کیا جاتا ہے جو نہ صرف استحصالی نظام کو مضبوط کرتے ہیں بلکہ اس کے دفاع کا فریضہ بھی سرانجام دیتے ہیں۔

موجودہ سرمایہ دارانہ طبقاتی نظام بھی اس کا مظہر ہے۔ جس میں مڈل اپر کلاس اور اپر کلاس تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کے سبب اعلیٰ یونیورسٹیوں سے ڈگریاں حاصل کرتے ہیں اور طبقاتی نظام کے وکیل بن جاتے ہیں جبکہ دو وقت کی روٹی کی تگ ودو میں مصروف محنت کش اس دوڑ میں بھی پیچھے رہ جاتے ہیں، ان کے بچوں کا مقدر وہ سرکاری اسکول بن جاتے ہیں جن کا ریاستی عدم دلچسپی کے باعث کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔

اساتذہ کی کمی اور غیر سنجیدگی، غیر مناسب فرنیچر اور دیگر ضروری سامان کی کمی ایسی ہر درسگاہ کا المیہ ہوتا ہے۔ ابھی حال ہی میں گورنمنٹ اسکولوں اور کالجوں و یونیورسٹیوں کی فیسوں میں دوگنا اضافہ کر دیا گیا ہے یعنی برائے نام تعلیم جو مل رہی تھی اس پر بھی سرمایہ داروں نے ظلم و جبر کی ایک اور مہر ثبت کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حالات میں محنت کش طبقے کے بچے اچھی تعلیم کا خواب تو دیکھ سکتے ہیں لیکن اس کی تعبیر مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بنادی گئی ہے۔

بہتر تعلیم کی مثال اب اس طلسمی جزیرے کی سی ہوگئی ہے جو بچپن میں نانی اماں قصوں میں سنایا کرتی تھی۔ ظالم اور استحصالی طبقہ اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لیے ایسی کوششیں جاری رکھے گا، کیونکہ محنت کشوں کے شعور کا مطلب ان کی بیداری اور طبقاتی جبر کا خاتمہ ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس صورتحال میں طالبعلموں کا فرض ہے کہ وہ محنت کش طبقے کی جدوجہد میں ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں تاکہ ظلم وستم پر محیط اس کالی رات کے خاتمے کو جلد از جلد ممکن بنایا جاسکے۔

شبانہ، لاڑکانہ

☆☆☆

قارئین کے نام پیغام

لیبر ایجوکیشن آپ کا اپنا نیوز لیٹر ہے اسے بہتر سے بہتر بنانے کے لئے اپنی تجاویز ارسال کیجئے۔ اس کے علاوہ اگر آپ اپنی سرگرمیوں کی رپورٹس شائع کروانا چاہیں یا سیاسی سماجی ومعاشی حالات کے بارے کچھ لکھنا چاہیں۔ لیبر ایجوکیشن آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ادارہ

جنسی طور پر ہراساں کئے جانے کو ہرگز برداشت نہ کیا جائے

”عورتوں کو کام کی جگھوں پر ہراساں کئے جانے کے خلاف قانون 2010ء“

آشا ایک ایسی تنظیم ہے جس نے کام کی جگہ پر اور عام پبلک مقامات پر جنسی ہراساں کرنے کے واقعات کی روک تھام کیلئے ایک قانون منظور کروایا ہے۔ اس بارے نیوز لیٹر میں اپنے قارئین کو معلومات پہنچانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلا واقعہ ہے کہ ہمارے قانون میں جنسی طور پر ہراساں کئے جانے کی توضیح کی گئی ہے۔ اب تک جنسی طور پر ہراساں کئے جانے کو جرم نہیں بلکہ ایک سماجی برائی کے طور پر دیکھا جاتا تھا اور اس پر عورتوں کو ہی مورد الزام ٹھہرا کر جواز پیدا کرلیا جاتا تھا۔ کام کی جگھوں پر ہراساں کئے جانے کے خلاف کوئی قانون موجود نہیں تھا۔

اس مسئلے پر گزشتہ دس برسوں کے دوران مہم چلا کر قومی سطح پر توجہ دلائی گئی۔ آشا نے جو جنسی طور پر ہراساں کئے جانے کے خلاف تنظیموں کا ایک اتحاد ہے، اس سلسلے میں شعور اجاگر کیا، قومی اتفاق رائے سے ایک پالیسی تیار کی اور اسے نجی شعبے کے اداروں میں نافذ کرایا۔

گزشتہ چند سالوں میں 300 سے زائد جن اداروں نے اسے اپنے ہاں لاگو کیا ہے ان میں سے زیادہ تر نے اسے جنسی طور پر ہراساں کئے جانے کے واقعات سے نمٹنے، کام کے ماحول کو بہتر بنانے اور کارکنوں کو مطمئن اور مستعد بنانے کے سلسلے میں مؤثر پایا۔ وہ ترقی پسند آجر جنہوں نے پہلے اس ضابطہ اخلاق کو اپنایا اور آئندہ برسوں میں اسے نافذ کیا وہ ایسے رہنماؤں کی حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے اس طرح کی تبدیلی کیلئے راستہ ہموار کیا۔

آشا اور حکومت ایک دوسرے کے شانہ بشانہ رہے، سینئر سیاسی رہنماؤں نے اس مجوزہ قانون سازی کو اپنے ذمے لے لیا اور دو سال کے عرصے میں یہ قانون منظور کرایا۔ اب ”عورتوں کو کام کی جگھوں پر ہراساں کئے جانے کے خلاف قانون 2010ء“ کی منظوری کے بعد ہر ادارے کے لئے اس قانون میں بتائے گئے ضابطہ اخلاق کو اپنانا ضروری ہے۔ یہ قانون مالکان، منیجرز اور ساتھی ملازمین کو کام کی جگھوں پر دوسروں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے سے منع کرتا ہے۔

یہ قانون تمام کارکنوں، مردوں اور عورتوں کے لئے ہے اور اداروں کے ماحول میں جنسی طور پر ہراساں کئے جانے کی برائی کے خاتمے کی ذمہ داری انتظامیہ پر ڈالتا ہے۔ لہٰذا زور اس بات پر ہے کہ ادارتی نظام کار کے ذریعے افراد اپنے رویے کیلئے ذمہ دار ٹھہریں۔ توقع کی جاتی ہے کہ جوں جوں ہمارے معاشرے کا ذہن تبدیل ہوگا اور عورتوں کو مورد الزام ٹھہرانے کی بجائے نامناسب رویے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر توجہ دی جانے لگے گی، ادارے اس نظام کی تبدیلی میں فعال کردار ادا کرنے لگیں گے۔

انہیں اس بات پر شرمندگی محسوس نہیں کرنی چاہیے کہ ان کے ہاں جنسی طور پر ہراساں کئے جانے کا واقعہ رونما ہوا ہے اور نہ ہی انہیں پردہ پوشی کی کوشش کرنی چاہیے کہ ان کے ادارے میں یہ مسئلہ موجود نہیں ہے۔ اس کی بجائے انہیں فخر ہونا چاہیے کہ ان کے ہاں اس قسم کے واقعات سے نمٹنے کا نظام موجود ہے۔ یہ کسی ادارے میں پیشہ وارانہ خوبی کا پیمانہ ہونا چاہیے۔ اس قانون کا نفاذ اداروں کی کارکردگی کو بہتر بنائے گا، اداروں کے کلچر کو تبدیل کرے گا اور کارکنوں کی اپنے کام سے مطمئن ہونے کی سطح کو بہت حد تک بلند کرے گا۔

اس ضابطہ اخلاق کو، جو اگلے صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے اپنا کر آپ کا ادارہ اس قانون کی مکمل تعمیل کرسکتا ہے۔ یہ اس قانون کے تمام تقاضوں کو آسان تر زبان میں اور قابل فہم ترتیب میں پیش کر رہا ہے تاکہ قارئین اسے باآسانی سمجھ سکیں۔ نفاذ کے عمل میں کسی بھی مدد کیلئے، آگہی کے لئے تحریری مواد کے حصول کیلئے یا زیادہ پیچیدہ معاملات کو نمٹنے کے بارے میں افرادی وسائل کے ماہرین کو تربیت دلوانے کیلئے تمام ادارے آشا سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ اس ضابطہ اخلاق کی نقل آشا کی ویب سائٹ پر دستیاب ہے۔

یہ تنظیم اس پالیسی کی تیاری اور قانون کی منظوری کیلئے کوشاں رہی ہے اور اب اس کا عزم ہے کہ اس قانون کا عملی نفاذ ہو۔ اب یہ لازمی ہے کہ ہر ادارہ اس قانون کی پابندی کرے تاکہ ہمارا معاشرہ ایسا معاشرہ بن جائے جس میں مرد اور عورتیں دونوں اپنے لئے روزگار کما سکیں اور ہراساں یا خوفزدہ کئے جانے یا زیادتی کا نشانہ بننے کے خوف کے بغیر باعزت طور پر باہر نکل سکیں۔

☆☆☆

زرعی اصلاحات کا عمل ناگزیر ہو چکا ہے

کراچی میں سندھ لیبر ریلیف کمیٹی کے زیرِ اہتمام مباحثہ بعنوان

"سیلاب کی صورتحال، لینڈ ریفارمز اور غیر ملکی قرضہ جات سے انکار" میں اظہار خیال

رپورٹ: مشتاق علی شان

سندھ لیبر ریلیف کمیٹی (جس میں لیبر پارٹی پاکستان نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن، ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن، پروگریسو یوتھ فرنٹ، سندھی اردو سنگت اور دیگر تنظیمیں شامل ہیں) کے زیر اہتمام 29 اکتوبر "سیلاب کی صورتحال، زرعی اصلاحات اور غیر ملکی قرضہ جات سے انکار" کے عنوان سے ایک مباحثے کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے حصہ لیا۔

اس موقع پر SLRC کی جمیرہ اشفاق نے سیلاب کی موجودہ صورتحال اور اسکی تباہ کاریوں، نجکاری کا عمل، غیر ملکی قرضہ جات اور اس کے اسباب پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا یہ سیلاب اپنے جلو میں جو حشر سامانیاں لیکر آیا تھا اس نے یہاں کی سماجی زندگی کو اتھل پتھل کر کے رکھ دیا ہے۔ آج موجودہ صورتحال کے تناظر میں زرعی اصلاحات کی اشد ضرورت ہے اور اس کے بہت اچھے اثرات مرتب ہونگے اب زرعی اصلاحات کا عمل ناگزیر ہو چکا ہے۔

نجکاری کے عمل نے محنت کش عوام کو تباہی کے کنارے پہنچا دیا ہے اور اس کے جو مضر اثرات رونما ہوئے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ سامراجی اداروں کے ان میگا پروجیکٹ کو روکنے کی بھی اشد ضرورت ہے جن کے زمین اور کسانوں پر انتہائی مضر اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ سندھ لیبر ریلیف کمیٹی کے ناصر منصور نے نو آبادیاتی دور اور اس کے بعد سے عہد بہ عہد ہونے والی زرعی اصلاحات کی تاریخ اور زرعی مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ فوج اس وقت سب سے بڑی لینڈ ہولڈر ہے جس میں زرعی اور شہری زمین شامل ہے۔

فوجی آمرانہ حکومتیں زرعی اصلاحات کے خلاف تھیں مگر بعد میں آنے والی سویلین حکومتیں بھی اس کے خلاف ہیں۔ آج سیلاب کی تباہ کاریوں کے نتیجے میں دو کروڑ انسان سڑکوں پر ہیں جن میں 80% کسان ہیں تمام لائف اسٹاک، زمینیں، فصلیں اور گھر وغیرہ بہہ چکے ہیں اور اس نقصان کی ایک بڑی وجہ زمین پر جاگیردارانہ معاشی رشتے ہیں اس لیے آج زرعی اصلاحات وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہیں۔

اس موقع پر کچھ مطالبات بھی پیش کیے گئے جو کچھ یوں ہیں۔

☆ 34 ایکڑ نہری اور 50 ایکڑ بارانی زمین فی خاندان کی حد مقرر کی جائے۔

☆ انعام واکرام میں دی گئیں تمام زمینیں بشمول فوجیوں کی ضبط کر کے ہاریوں میں مفت تقسیم کی جائیں۔

☆ غیر حاضر زمینداری اور متوازی جیوڈیشل سسٹم (جرگہ وغیرہ) ختم کیا جائے۔

☆ مقامی کسانوں کو فی خاندان کم از کم 15 ایکڑ زمین مفت دی جائے جو عورت کے نام ہو تا کہ عورت مستحکم ہو۔

☆ گزشتہ زرعی اصلاحات میں کسانوں کو جو زمینیں ملی تھیں وہ جاگیرداروں نے واپس چھین لی ہیں وہ واپس کی جائیں۔

☆ تمام نو آبادیاتی زرعی قوانین ختم کیے جائیں۔

☆ کارپوریٹ فارمنگ اور زرعی زمینیں غیر ممالک کے حوالے کرنے کے عمل کو روکا جائے۔

☆ وہ جنگلات اور چراہ گاہیں جو طاقتور زمینداروں نے اپنے نام کرالی ہیں انہیں واگزار کرایا جائے۔

☆ کچا کی زمین (دریا کے کنارے پر واقع) مقامی ہاریوں میں تقسیم کی جائیں۔

☆ تمام زمینوں کا کمپیوٹر ڈیٹا بنایا جائے جس پر عوام کو دسترس حاصل ہو۔

☆ تمام دیہاتوں کو قانونی تحفظ فراہم کیا جائے۔

☆ کسانوں کو لیبر تسلیم کر کے ان پر تمام لیبر قوانین کا اطلاق کیا جائے۔

☆ tenancy act کو موجودہ حالات کے مطابق بنایا جائے۔

☆ زرعی مزدور پر بھی کم از کم تنخواہ کا قانون لاگو کیا جائے اور جنس کی بنیاد پر اُجرت (wage) میں فرق کو ختم کیا جائے۔

☆☆☆

محنت کش عورت بزدل نہیں بلکہ بہت بہادر ہے

بھٹوں پر بھی عام ورکر کی طرح سہولیات دی جائیں

پاکستان بھٹہ مزدور یونین کی طرف سے "سٹاپ جھولانہ" منڈی بہاؤالدین میں بھٹہ مزدوروں کی ایک روزہ بنیادی تربیتی ورکشاپ

نمائندہ لیبر ایجوکیشن

منگل 30 نومبر 2010ء کو پاکستان بھٹہ مزدور یونین کی طرف سے سٹاپ جھولانہ منڈی بہاؤالدین میں بھٹہ مزدور عورتوں کی ایک روزہ تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ محمود بٹ نے کہا کہ پاکستان میں ہزاروں کی تعداد میں بھٹے ہیں اور ان میں لاکھوں مرد، عورتیں، بچے مزدوری کر رہے ہیں۔ جس طرح ہر شعبے کے قانون بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح بھٹوں کے حوالہ سے بھی قانون سازی ہوئی ہے اور یہ بھٹہ مزدوروں کی جدوجہد اور ہڑتال کے نتیجہ میں ہوئی۔ اجرت بھی فی ہزار اینٹ مقرر کی گئی۔ پیشگی کی معافی کا قانون 1991ء کے ابولیشن ایکٹ کے تحت بنا۔ جس میں پیشگی دینا اور پیشگی کا مطالبہ کرنا دونوں جرم قرار دیے گئے اس کے ساتھ جبری مشقت کے خلاف بھی قانون سازی ہوئی۔

اب ان قوانین کے تحت حاصل ہونے والی مراعات کیلئے ہم آپ کے ساتھ گفتگو کرنے آئے ہیں جس میں بھٹہ بھی فیکٹری قرار دیا گیا ہے۔ فیکٹری ایکٹ کے تحت بھٹہ مالک اسے رجسٹر کروانے کا پابند ہے۔ جس کے تحت بھٹہ مزدور رجسٹر ہوں تو انہیں پیشگی لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ آپ لوگوں کا علاج معالجہ حکومت کی طرف سے ہو۔ بچی کی شادی پر مالک کے آگے ہاتھ نہ جوڑنے پڑیں بلکہ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ جہیز فنڈ کا فائدہ لے سکیں گے۔ جس کیلئے آپ کا یونین ممبر بننا بہت ضروری ہے۔ انہوں نے یونین سازی کے فوائد بھی بیان کئے۔ عورتوں کی کمیٹی بنانے کے حوالے سے بتایا کہ کمیٹی کی ممبران آگے چل کر آپ کی بات بڑھانے کا کام کریں گی۔ اپنی ماہانہ میٹنگ کریں جس میں اپنے مسائل کی بات کریں۔ ان کا حل سوچیں اپنی طاقت بنائیں۔

نازلی جاوید نے عورتوں سے بات کرتے ہوئے بتایا کہ پاکستان کی محنت کش عورت بہت بہادر ہے وہ اپنے حقوق کی جنگ اب بھی لڑ رہی ہے۔ وہ آمرانہ دور میں بھی یہ لڑائی مردوں کے شانہ بشانہ لڑ رہی تھی۔ جس میں انجمن مزارعین پنجاب کی گیارہ سالہ جدوجہد میں "تھاپا فورس" اور کسان عورتوں کی جدوجہد کے متعلق بتایا۔ فیصل آباد کی پاورلومز کی عورتوں کی حقوق کی جدوجہد کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ یہ سب اپنی اپنی تنظیموں کی ممبر ہیں اور اس کی طاقت ہے اور انہیں کے تحت وہ مردوں سے آگے کھڑی ہو کر ریاستی تشدد برداشت کرتی ہیں لہٰذا آپ اپنے حالات سے یہ نہ سوچیں کہ ہم کچھ نہیں ہیں اور ہمارے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ اپنی یونین میں شامل ہو کر اسے مضبوط کریں اور اپنی طاقت بنیں۔ اپنی کمیٹی کی میٹنگ کو ماہانہ بنیادوں پر منظم کریں۔

بھٹہ مزدوروں نے اپنے اپنے بھٹہ کے حوالہ سے معلومات فراہم کرتے ہوئے بتایا کہ ہمیں ایک ہزار اینٹ کی اجرت 200 روپے اور 230 روپے ملتی ہیں جس میں سے آٹھ دن یہ حساب ہوتا ہے 100 روپے ایک دن کا ملتا ہے۔ 100 روپے پیشگی میں رکھ لیتے ہیں۔ اس میں ماں کا حساب الگ، بہو کا حساب الگ ان کے پاس ہوتا ہے۔ 5 یا 6 سال کا بچہ ہو جائے تو ان سے بھی زبردستی کام لینا شروع کر دیتے ہیں ان کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ یہاں کوئی ایسا سکول نہیں جو ہمارے بچوں کو مفت تعلیمی سہولیات فراہم کرے۔ زچگی کے دوران اور دوران حمل میں بھی کوئی چھٹی نہیں۔ پانی کا بھی انتظام نہیں پورے مزدور گھروں کے لئے صرف ایک ہینڈ پمپ ہوتا ہے ہمیں کسی طرح کی بھی کوئی سہولت میسر نہیں۔ بچیاں جوان ہو چکی ہیں لیکن جہیز دینے کیلئے رقم نہیں۔

عورتوں نے کہا کہ ہمارے مطالبات میں بچوں کے سکول، بڑے صاف کمرے (جیلوں والے کمرے نہ ہوں) ہماری اجرت پوری ملے۔ سلائی کڑھائی کے سینٹر بنیں۔ جہیز دینے کی رقم سے جان چھڑوائی جائے اور پیشگی نہ جائے۔

☆☆☆

30 لاکھ رجسٹرڈ مزدوروں میں سے صرف ساڑھے تین لاکھ پنشن لیتے ہیں

مزدور حقوق اور حکومتی ویلفیئر اداروں کی ذمہ داریاں

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام مزدور حقوق کے حوالے سے سیمینار میں اظہار خیال

رپورٹ: شیر باز خان

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تعاون سے 30 اکتوبر کو کراچی کے ایک مقامی ہوٹل میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس کا عنوان تھا "مزدور حقوق اور حکومتی ویلفیئر اداروں کی ذمہ داریاں" جس میں لیبر ڈیپارٹمنٹ کے جوائنٹ ڈائریکٹر گلفام نبی میمن، سندھ سوشل سکیورٹی انسٹیٹیوٹ کی ڈائریکٹر تعلقات عامہ محترمہ فاطمہ حسن صاحبہ، ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹس انسٹیٹیوشنز EOBI کے ڈائریکٹر جنرل (Director General) جناب محمد حنیف بلوچ، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے ناصر منصور، نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن (NTUF) کے وائس پریذیڈنٹ شفیق غوری، نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن (NTUF) کے صوبائی جنرل سیکریٹری جناب دلدار احمد، نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن کے لیگل سیکریٹری راحت اللہ اور نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن (NTUF) کے مرکزی جنرل سیکرٹری غنی زمان اعوان نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس موقع پر لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے انچارج، بورڈ ممبر اور نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن کے ڈپٹی جنرل سیکریٹری ناصر منصور نے اس سیمینار کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس قسم کے پروگرامز کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ مزدوروں کے متعلقہ حکومتی اداروں (EOBI، لیبر ڈیپارٹمنٹ، سوشل سکیورٹی، لیبر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ) اور متحرک ٹریڈ یونین کے نمائندوں کے درمیان باقاعدہ رابطے کا آغاز کیا جائے۔

نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن کے رہنماؤں نے اس موقع پر موجودہ صورتحال کے حوالے سے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا کہ کراچی میں 30 لاکھ مزدوروں کی رجسٹریشن ہوئی ہے جن میں سے صرف ساڑھے تین لاکھ پنشن لیتے ہیں یہ لمحہ فکریہ ہے، کراچی کے سائٹ ایریاز میں 30 لاکھ مزدور کام کرتے ہیں لیکن سوشل سکیورٹی میں صرف ساڑھے پانچ لاکھ مزدور رجسٹرڈ ہیں یہ تعداد بہت کم ہے آخر ایسا کیوں ہے؟ رجسٹریشن کارڈز بہت کم لوگوں کے پاس ہیں، EOBI، لیبر ڈیپارٹمنٹ، سوشل سکیورٹی، لیبر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ جس صورت حال سے دوچار ہیں وہ انتہائی نازک ہے۔ سندھ میں کم از کم تنخواہ 7000 کا اطلاق بھی نہیں ہو سکا ہے، EOBI، لیبر ڈیپارٹمنٹ، سوشل سکیورٹی، لیبر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ میں سیاسی بنیادوں پر گورننگ باڈی میں لوگوں کا ہونا ہماری کمزوری ہے۔ کیوں کہ ہم مزدور آگے نہیں بڑھتے، اس کے لئے جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر یہ ادارے ٹھیک طریقے سے کام کریں تو معاملات ٹھیک ہو سکتے ہیں، EOBI، لیبر ڈیپارٹمنٹ، سوشل سکیورٹی، لیبر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں محنت کشوں کو آواز اٹھانی چاہیے۔

اس موقع پر لیبر ڈیپارٹمنٹ کے گلفام نبی میمن نے کہا کہ ٹریڈ یونینز کے ساتھیوں نے اچھی تنقید کی ہے جسے ہم خوش دلی سے قبول کرتے ہیں کیونکہ اس سے ہماری اصلاح ہوتی ہے، ٹھیکیداری سسٹم کے حوالے سے ہمارے ہاں کوئی قانون سازی ہے ہی نہیں۔ اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے، صحت کے حوالے سے ہمارے افسران کام کر رہے ہیں اس میں کافی گنجائش ہے، آفیسرز کی کمی کا بھی مسئلہ ہے اسے دور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

فاطمہ حسن ڈائریکٹر سوشل سکیورٹی نے لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے کام کو سراہا۔ ساتھیوں کی شکایات درست ہیں اگرچہ انڈسٹری کے حالات نامساعد ہیں مگر ہم اس سال سوشل سکیورٹی میں 7 لاکھ تک رجسٹریشن کر لیں گے۔ اگر ٹریڈ یونین کے نمائندے آپ کی نمائندگی درست طور پر نہیں کرتے تو اس کے ذمے دار کون ہیں؟ محنت کشوں کی درست نمائندگی نہ ہونے کی ذمہ دار سوشل سکیورٹی کا ادارہ نہیں ہے آپکی ٹریڈ یونین فیڈریشنز کو مضبوط ہونا چاہیے اور اسے ہماری غلطیوں کی نشاندہی کرنی چاہیے۔

جناب محمد حنیف ڈائریکٹر جنرل (DG) ایمپلائز اولڈ ایج بینی فٹس انسٹیٹیوٹ (EOBI) نے کہا کہ حکومت نے اپنی ذمے داری پوری کرنے کے لئے ادارے بنائے ہیں جو کام کر رہے ہیں، ورکرز کی موت یا ریٹائرمنٹ کے بعد ان کی مدد کے لئے کوئی ادارہ نہیں تھا، اس سلسلے میں 1973ء میں EOBI کا محکمہ بنایا گیا جو فیڈرل گورنمنٹ کے تحت آتا ہے اس کا کام پنشن دینا اور معذور ہونے کی صورت میں معاوضہ دینا ہے ہم نے اس سلسلے میں کم از کم پنشن 3000 ہزار روپے اور زیادہ سے زیادہ فارمولا پنشن 4800 روپے دینے کا اعلان کیا ہے اور یکم جولائی 2010 سے اس کا اطلاق بھی ہو گیا ہے اب پنشن 7000 روپے کے حساب سے دی جائے گی۔ جس دن آپ پنشن کے کاغذات جمع کرائیں گے 3 دن کے اندر اندر آپ کو وہ ملنا شروع ہو جائے گی اکثر محنت کش EOBI کارڈ بنوانے کی جانب توجہ نہیں دیتے اس سلسلے میں آپ کو آگے آنا ہوگا۔ اور ہماری Rescue ریسکیو بھی کرنی ہوگی۔

☆☆☆

آمروں کے دور میں بھی ایسے مزدور مخالف اقدامات نہیں اٹھائے گئے جیسے موجودہ دور میں اٹھائے جارہے ہیں

18ویں ترمیم کے حوالے سے محنت کشوں کے خدشات دور نہ کئے گئے تو پاکستان بھر کے مزدور بھرپور انداز میں احتجاجی تحریک کا آغاز کریں گے

یوسف بلوچ

لیبر کوآرڈی نیشن کمیٹی کے زیر اہتمام ایک احتجاجی سیمینار کا انعقاد لاہور پریس کلب میں 11 نومبر کو ہوا۔ سیمینار کے بعد ریلی بھی نکالی گئی۔ ریلی میں لاہور کی مختلف مزدور تنظیموں، سول سوسائٹی کے نمائندوں اور صحافی تنظیموں نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔ محنت کشوں نے پر جوش انداز میں اپنے مطالبات کے حق میں نعرے لگائے اور واضح کیا گیا کہ اگر 18ویں ترمیم کے حوالے سے محنت کشوں کے خدشات دور نہ کئے گئے تو پاکستان بھر کے مزدور بھرپور انداز میں احتجاجی تحریک کا آغاز کریں گے۔ مزدور راہنماؤں نے کہا کہ حکومتی سطح پر مزدوروں کے خلاف پالیسیاں بنائی جارہی ہیں جن کو مزدور طبقہ قطعاً برداشت نہیں کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ آمروں کے دور میں بھی ایسے مزدور مخالف اقدامات نہیں اٹھائے گئے جیسے موجودہ دور میں اٹھائے جارہے ہیں۔

مزدور راہنماؤں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکمران ملک چلانے میں مکمل طور پر ناکام ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے عوام بری طرح استحصال کا شکار ہیں۔ ایسے لگتا ہے جیسے ملک کے اندر حکومت نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ مہنگائی آسمان سے باتیں کررہی ہے، بے روزگاری کی وجہ سے نوجوان جرائم کی طرف راغب ہورہے ہیں۔ امن و امان مکمل ختم ہوچکا ہے، دن بدن وارداتوں میں اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے عوام کا ذہنی سکون ختم ہوچکا ہے۔

سیمینار میں متفقہ طور پر چند قراردادیں منظور کی گئیں:

1۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ 18ویں ترمیم کی وجہ سے 30 جون 2011ء کے بعد نیشنل انڈسٹریل ریلیشنز کمیشن ختم ہوجائے جس کی وجہ سے ملک گیر یونینز اور فیڈریشنز کا وجود برقرار نہیں رہ سکے گا اور ملک کی مزدور تحریک اجتماعیت کی بجائے گروہوں میں تقسیم ہوجائے گی لہٰذا مرکزی سطح پر NIRC کو برقرار رکھا جائے اور حکومت 19ویں ترمیم کے ذریعے اس کی منظوری دے۔

> **صنعتی اداروں میں محنت کش خواتین کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے اور انفارمل سیکٹر کی خواتین کو بھی سماجی تحفظ مہیا کیا جائے**

2۔ اجلاس میں واضح کیا گیا کہ چونکہ مرکزی ادارے مثلاً پاکستان ریلوے، پی ٹی سی ایل، واپڈا، آئل اینڈ گیس، پی آئی اے، پاکستان ٹیلی ویژن، پاکستان اسٹیل ملز اور دیگر کئی اداروں کو صوبائی سطح پر نہیں لایا گیا لہٰذا مزدوروں کو انصاف مہیا کرنے والے قوانین کو بھی مرکزی سطح پر برقرار رہنے دیا جائے۔

3۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت ایک سہ فریقی لیبر کانفرنس کا انعقاد کرے اور مزدوروں کے مسائل کے حوالے سے تمام محنت کش تنظیموں کو اعتماد میں لے کر مزدور دشمن پالیسیوں کا خاتمہ کرے۔

4۔ اجلاس میں چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان سے اپیل کی گئی کہ وہ 18ویں ترمیم کے حوالے سے لیبر سے متعلقہ زیر التواء اپیلوں پر جلد فیصلہ کریں اور ماتحت عدالتوں کو پابند کریں کہ وہ مزدوروں کے مقدمات کا فی الفور فیصلہ کریں۔

5۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ ویج بورڈ ایوارڈ پر عملدرآمد، کم از کم اجرت پر عملدرآمد، صنعتی اداروں میں تقررنامے، سوشل سکیورٹی اور پنشن کے قانون پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے اور پنجاب کے اندر لیبر انسپکشن کو فی الفور بحال کیا جائے۔

6۔ صنعتی اداروں میں محنت کش خواتین کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے اور انفارمل سیکٹر کی خواتین کو بھی سماجی تحفظ مہیا کیا جائے۔

سیمینار سے ناصر نقوی، حنیف رامے، محمد یعقوب، خالد بھٹی، محمد اکبر، سرمد بشیر، سلمان عابد، شوکت چوہدری، ظفر اعجاز ملک، یوسف بلوچ، ذوالفقار سرمدی، الطاف بلوچ، فضل عباس شاہ، عامر سہیل، وسیم فاروق، عبداللہ ملک، آئمہ محمود، شاہینہ کوثر و دیگر راہنماؤں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

☆☆☆

ہر ملک کے مزدور کی سوچ ایک جیسی ہے

مزدور مذہب یا ملک کے نام پر کسی شے سے نفرت نہیں کرتا۔ یہ حکمرانوں کے چونچلے ہیں

جام پور (انڈیا) کی جیل سے کراچی تک ایک مزدور کی روداد

مشتاق علی شان

اتفاقات بھی عجیب ہوتے ہیں، انتہائی عجیب اور اتنے حیرت انگیز کہ بسا اوقات آدمی کو مسرور کر جاتے ہیں۔ وہ مسرت جسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن یہ ہرگز ضروری نہیں کہ اتفاقات ہمیشہ مسرور کن اور مسرت انگیز ہی ہوں کبھی کبھی یہ انسان کو رنج والم سے بھی دوچار کر دیتے ہیں۔ اب یہ ایک حزین اتفاق ہی تو تھا کہ 13 ماہ قبل کراچی کا نوجوان ماہی گیر محمد جہانگیر ایک دن کراچی کے سمندر سے اپنا رزق حاصل کرتے کرتے انڈین نیوی کے ہاتھوں اپنے دیگر ساتھیوں سمیت گرفتار ہوا اور پھر گجرات کے جام نگر جیل کی دیواریں اس کا مقدر بن گئیں۔

کتنا اذیت ناک اتفاق تھا یہ کہ ایک ماہی گیر کا بیٹا ہونے کے ناطے اس نے بچپن سے ہی یہ قصے سن رکھے تھے کہ ماہی گیر سمندر میں مچھلی کا شکار کرتے کرتے کبھی خود بھی اپنے ہی جیسے انسانوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور وطن سے دور بہت دور اجنبی دیس میں زندان کی دیواریں تنہائی میں ان کی رفیق بن جاتی ہیں اور وہ خود اس تلخ تجربے سے دوچار ہوا۔ اور یہ بھی کتنا مسرت بخش اتفاق ہے کہ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے نومبر کے شمارے میں محمد جہانگیر کی روداد شائع ہوئی اور اس کے ٹھیک دس دن بعد یعنی 10 نومبر کو وہ دیگر 32 ماہی گیروں کے ہمراہ جن میں اس کے ساتھ ایک ہی لانچ سے گرفتار ہونیوالے اسکے 7 دوست بھی شامل تھے جام پور کی جیل سے رہا کر دیے گئے اور یوں واہگہ بارڈر عبور کرنے کے بعد آخر وہ ان گلیوں کوچوں کو دوبارہ دیکھ سکا جن کی یاد جیل کے ایام میں ہمیشہ اس کے قلب وجگر کو برمائے رکھتی تھی۔

مٹی تجھ سے کیا رشتہ ہے جس دن ہم نے چھوڑا گھر
دیر تک دیواریں روئیں دور تک ساتھ آیا گھر

کراچی کے ساحل سے جام پور کی جیل اور وہاں سے پھر کراچی تک اس محنت کش محمد جہانگیر کی روداد ہم اس کی زبانی ہی پیش کرتے ہیں جو اس نے نمائندہ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے ساتھ اپنی ملاقات میں سنائی۔ محمد جہانگیر کہہ رہے تھے۔ جس دن ہم 7 ماہی گیر ساتھی کراچی سے دلاور ناکوا کی لانچ پر شکار کے لیے روانہ ہوئے تو ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اب ہم 13 ماہ بعد ہی گھروں کو لوٹیں گے۔ شکار کے ابتدائی ایام بہت اچھے ثابت ہوئے اور ہم نے تین، چار دن میں خوب شکار کیا۔

سارے ساتھی بہت خوش تھے کہ شکار زیادہ ہو گیا ہے اور ہم بہت کم دنوں میں ہدف پورا کر کے جلد ہی گھروں کو لوٹ جائیں گے۔ ہم ماہی گیر بھی عجیب ہوتے ہیں جب شکار کم ہوتا ہے تو ساتھی عام طور پر بجھے بجھے اور خاموش ہی رہتے ہیں مگر جب شکار لگ رہا ہو تو ہم بہت خوش ہوتے ہیں اور آپس میں خوب ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں کہ ہماری روزی روٹی کا انحصار اسی شکار پر ہوتا ہے، سمندر میں اترے ہوئے ہمارا پانچواں دن تھا اور ایک اندازے کے مطابق ڈیڑھ لاکھ روپے کی مچھلیاں ہم پکڑ چکے تھے، پانچویں دن بھی حسب سابق مچھلیاں خوب لگ رہی تھیں ہم سمندر میں جال ڈال کر آپس میں خوش گپیاں کرتے ہوئے دوپہر کے کھانے میں مصروف تھے کہ نیوی کا ایک جہاز نمودار ہوا اور نہایت تیزی سے ہماری جانب بڑھنے لگا جب تک ہم کھانے سے فارغ ہوتے جہاز ہمارے سروں پر پہنچ چکا تھا۔ ہم حیران رہ گئے کیونکہ یہ جہاز انڈین نیوی کا تھا اور ہم پاکستان کی سمندری حدود "واڑی" میں تھے بہر حال ہمیں گرفتار کر لیا گیا نیوی والوں نے ہماری لانچ پر قبضہ کر لیا اور ہمیں جہاز پر چڑھا لیا گیا۔

ہم نے نیوی والوں کی کافی منت سماجت کی کہ صاحب یہ پاکستانی حدود ہے اور آپ ہمیں بے گناہ گرفتار کر کے انڈیا لیجا رہے ہیں ہم مزدور لوگ ہیں کام کرتے ہیں تو ہمارے گھروں کا چولہا جلتا ہے اس پر ایک نیوی افسر نے ہمیں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ خاموش ہو جاؤ اگر تمھیں چھوڑ دیا

محمد جہانگیر انڈیا کی جیل سے رہائی کے بعد
کراچی فشریز میں اپنی بچیوں کے ہمراہ

انڈیا میں محمد جہانگیر اپنے دیگر ماہی گیر ساتھیوں کے ساتھ
اور نیچے چھوٹی تصویر میں ان کی لانچ بھی ہے

تو پاکستان میں قید ہمارے ماہی گیر کیسے رہا ہو گئے؟۔ نیوی والے ہمیں گجرات کے علاقے میں واقع "دوارکا" لے گئے جہاں سے ہمیں "اوکھا بندر پولیس اسٹیشن" لیجا کر بند کر دیا گیا جہاں ہم سے سارا سامان یعنی گھڑیاں، موبائل فون، شناختی کارڈ اور پیسے وغیرہ لے لیے گئے جبکہ لانچ، جال، مچھلیاں وغیرہ پہلے ہی نیوی والے اپنے قبضے میں لے چکے تھے۔ نیوی والوں نے ہمارے لانچ کے انچارج یعنی ناکو پر تشدد کیا تھا لیکن دوسرے ماہی گیروں کو کچھ بھی نہیں کہا۔ پولیس والے ہم سے سات دن تک تفتیش کرتے رہے لیکن اس دوران انہوں نے ہم پر تشدد وغیرہ بالکل نہیں کیا، ان کا ایک ہی سوال ہوتا تھا کہ "اجمل قصاب کو جانتے ہو؟ اور تم انڈیا میں کیوں داخل ہونا چاہتے تھے؟ ہمارا جواب یہی ہوتا تھا کہ ہم مزدور لوگ ہیں سمندر میں ماہی گیری کر کے اپنا اور گھر والوں کے جینے کا بندوبست کرتے تھے ہم کسی اجمل قصاب یا کسی دوسرے قصاب کو نہیں جانتے اور نہ ہی ہم انڈیا میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ ہمیں تو پاکستان کی سمندری حدود سے گرفتار کر کے انڈیا لایا گیا ہے۔

آٹھویں دن ہمیں عدالت میں جج کے سامنے پیش کیا گیا جس نے ہم سے پہلا سوال نیوی اور پولیس کے تشدد کے بارے میں کیا، ہم نے انکار میں جواب دیا اور اپنے موقف پر قائم رہے کہ ہمیں پاکستان کی حدود سے گرفتار کیا گیا ہے۔ اسکے بعد ہمیں گجرات کے ضلع جام نگر کی جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں ہر ایک بیرک میں بارہ لوگوں کو رکھا جاتا تھا سونے کے لیے یہاں ایک دری ہوتی تھی جبکہ ہر بیرک میں ایک پنکھا لگا ہوتا تھا اور ہر کمرے میں ایک باتھ روم اور ٹیلی ویژن سیٹ رکھا ہوتا تھا۔ صبح ناشتے میں تمام قیدیوں کو چائے کے ساتھ گڑ اور مونگ پھلی یا چنے دیے جاتے تھے جبکہ دوپہر کے کھانے میں روٹی سبزی اور دال چاول دیے جاتے تھے، رات کے کھانے میں سبزی کا سالن، روٹی اور کھچڑی دی جاتی تھی۔ کھانے کا معیار بہتر تھا۔ جام پور جیل کے جیلر جن کا نام باکریا صاحب تھا بہت اچھے انسان تھے اور تمام قیدیوں کے ساتھ ان کا رویہ بہت اچھا ہوتا تھا۔ باکریا صاحب کی ہدایت پر تمام قیدیوں کو دن میں تین سے چار گھنٹے جیل کے وسیع و عریض احاطے میں گھومنے پھرنے کی اجازت تھی۔ جیل میں ہم سے مشقت نہیں کرائی جاتی تھی صرف ایک بار تمام قیدیوں سے احاطے میں بارشوں کی وجہ سے اگنے والی گھاس کی صفائی کرائی گئی تھی۔ جیل میں موجود دیگر انڈین قیدیوں کا رویہ بھی بہت اچھا تھا اور وہ ہماری ضروریات وغیرہ کا خیال رکھتے تھے۔ اکثر قیدی جو گوشت خور ہوتے تھے، کے گھروں سے گوشت وغیرہ آتا تھا تو وہ ہمیں بھی کھانے میں اپنے ساتھ شامل کر لیتے تھے۔ ہمیں کبھی یہ محسوس ہی نہیں ہوا کہ ہم کسی دوسرے ملک میں ہیں کسی نے ہم سے نفرت نہیں کی بلکہ ہر شخص ہم سے ہمدردی کا اظہار کرتا تھا۔

جام پور کی جیل میں ہی ہم کو یہ سبق حاصل ہوا کہ کسی بھی ملک کا مزدور ہو، مزدور تو مزدور ہی ہوتا ہے وہ کسی سے ملک یا مذہب کے نام پر نفرت نہیں کرتا یہ تو حکمرانوں اور سرمایہ داروں کے چونچلے ہیں۔ جی ہاں جام پور کی جیل

میں ہم نے اس کا عملی مظاہرہ بارہا دیکھا ہے اور یہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ باکریا صاحب تو فرداً فرداً ہر قیدی سے پوچھتے تھے کہ کوئی تکلیف یا مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ اکثر ماہی گیروں کو وہ اپنے ذاتی موبائل فون سے پاکستان بات کروایا کرتے تھے۔ چونکہ مجھے اور دیگر ساتھیوں کو کوئی نمبر یاد نہیں تھا اس لیے ہم گھر فون نہیں کر سکے۔ بیمار ہونے کی صورت میں جیل کی ڈسپنسری سے دوائی مل جاتی تھی، زیادہ بیمار ہونے کی صورت میں جام پور کے سول ہسپتال لیجایا جاتا تھا۔ جیل میں وقت گزاری کے لیے ہم لڈو کھیلتے تھے اس کے لیے ہم نے ڈسپنسری سے ملنے والی رنگ برنگی گولیوں کی گوٹیاں بنائی تھیں جبکہ چھکا ہم نے صابن کاٹ کر بنایا تھا اور چھکے کے خانے ہم نے ایک کپڑے پر بنائے تھے۔

گرفتاری کے آٹھ ماہ بعد ہمیں سرکاری وکیل دیا گیا اور یوں عدالت میں پیشیوں کا سلسلہ شروع ہوا چونکہ ہمیں پاکستانی حدود سے گرفتار کیا گیا تھا اس لیے ہم نے وہ جرم تسلیم ہی نہیں کیا جس کا ہم پر الزام تھا۔ اس دوران اور بھی پاکستانی ماہی گیر جام پور کی جیل میں لائے گئے جن میں سے کچھ غلطی سے انڈین سمندری حدود میں آ گئے تھے جبکہ کچھ کو پاکستانی حدود سے گرفتار کیا گیا تھا۔ جیل میں اگرچہ ہم سے کوئی ناروا سلوک نہیں کیا جاتا تھا مگر ہم پریشان بہت رہتے تھے کہ ہماری عدم موجودگی میں ہمارے گھر والوں پر کیا بیت رہی ہوگی کیونکہ ہم محنت کر کے کھانے والے لوگ ہیں ایک ماہی گیر سمندر سے واپس لوٹتا ہے تو اس کے گھر کا چولہا جلنے کا سامان پیدا ہوتا ہے، بہت سے ماہی گیر تو ایسے بھی تھے جو اپنے گھر کے واحد کفیل تھے۔

جام نگر کی جیل میں کل 49 پاکستانی ماہی گیر قید تھے جن میں سے 32 کو نومبر کے پہلے ہفتے میں رہا کر دیا گیا، میں اور میرے دیگر چھ ساتھی بھی ان میں شامل تھے جبکہ ہمارے ساتھ لانچ سے گرفتار ہونے والا ایک ساتھی جسکا نام عثمان ہے رہا نہیں ہو سکا ہے، اس کے کاغذات کا کچھ مسئلہ تھا۔ اسوقت جام نگر کی جیل میں 17 پاکستانی ماہی گیر قید اور ان سب کا تعلق کراچی اور سندھ کے دیگر علاقوں سے ہے، ان میں چار ماہ سے لیکر ڈیڑھ سال تک کے عرصے سے گرفتار قیدی شامل ہیں، باقی جیلوں کا ہمیں علم نہیں ہے کہ وہاں کتنے ماہی گیر قید ہیں۔

جس دن ہمیں باکریا صاحب نے رہائی کا پروانہ سنایا تو یقین ہی نہیں آتا تھا، باکریا صاحب نے ہمیں نہایت محبت اور اپنائیت کے ساتھ جیل سے رخصت کیا، اس موقع پر ساتھی انڈین قیدیوں نے ہمیں بہترین لباس اور جوتے وغیرہ بھی فراہم کئے۔ ہم جام نگر کی جیل سے شام پانچ بجے بس میں سوار ہوئے اور دو دن دو رات سفر کرنے کے بعد واہگہ بارڈر پہنچے اس دوران ہمارا ایک ساتھی بس میں لوہے کی سلاخ جو ایک سیٹ کے کونے سے نکلی تھی، کے لگنے سے زخمی ہو گیا جسے مرہم پٹی کے لیے ہسپتال لیجایا گیا، بعد ازاں وہ ہمارے ساتھ ہی سرحد عبور کر کے پاکستان میں داخل ہوا۔ جب ہم پاکستان میں داخل ہوئے تو میڈیا کا ایک نمائندہ ہم سے پوچھنے لگا کہ انڈیا میں تم پر کیا گزری؟ میں اسے بتانے لگا تو وہ کہنے لگا کہ ایسا مت کہو بلکہ یہ بیان دو کہ تم پر بہت سختی کی گئی ہے اور ناروا سلوک کیا گیا ہے۔ میں بہت حیران ہوا کہ ہمارے میڈیا کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کیوں مجھ سے جھوٹ کہنے کا کہہ رہا ہے، میں نے صاف انکار کر دیا اور جو سچی بات تھی وہ بتائی۔

بعد میں میڈیا نے بہت سے جھوٹے سچے قصے بیان کئے، معلوم نہیں یہ کیوں ایسا کرتے ہیں، شاید ان میں اور ان نیوی والوں میں کوئی فرق نہیں ہے جو بے گناہ ماہی گیروں کو گرفتار کرتے ہیں۔ جام پور سے واہگہ بارڈر اور پھر کراچی کا سفر ہمیشہ یاد رہے گا۔ میں نے ابھی دوبارہ سمندر پر جانے کا فیصلہ نہیں کیا ہے، یا کوئی دوسرا کام کرونگا یا دوبارہ ماہی گیری کرنے ہی جاؤنگا۔ میں لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا بھی نہایت مشکور ہوں کہ آپ نے دیگر محنت کشوں کے ساتھ ساتھ ماہی گیروں کے لیے بھی آواز بلند کی۔ میں پھر یہ بات دہراتا ہوں کہ مزدور کہیں کا بھی ہو وہ کسی سے نفرت نہیں کرتا، یہ مزدوروں کے دشمن ہی ہوتے ہیں جو نفرت کرتے اور سکھاتے ہیں۔

☆☆☆

غزل

مشتاق علی شان

افتادگانِ زیست اگر معتبر نہ تھے
رقصاں تمہارے ساتھ بھی شمس و قمر نہ تھے

پھر گولیوں کے شور میں اک فاختہ گری
پیغمبرانِ امن جہاں بے خبر نہ تھے

نغمے نگارِ صبح سے منسوب کر دیئے
سینے میں تیری یاد کے باقی شرر نہ تھے

لہجے کی تلخیوں کا مجھے اعتراف ہے
لیکن ہزار شکر کہ بادیدہ تر نہ تھے

کچھ شوخ سر پھروں کا لہو کام آ گیا
ورنہ تو یہ چراغ سرِ رہگزر نہ تھے

کس سمت سے چلی ہے نئی دوزخی ہوا
پہلے تو یوں اداس مرے رہگزر نہ تھے

ہاں ہاں نظامِ شب کی یہ ہچکی ہے آخری
اے سحر تو گواہ کہ ہم بے خبر نہ تھے

دیکھا قریب سے تو ہماری ہی سر ملے
دیوارِ زر پہ شانؔ پرندوں کے پر نہ تھے

☆☆☆

جدو جہد جاری رکھیں اگر حقوق چاہئیں

ہم قرضہ واپس کرنے سے انکار کرتے ہیں
کیونکہ قرضہ عوام دشمن منصوبوں پر لگایا گیا ہے

بلجیم میں بھی مردوں کو عورتوں کی نسبت
زیادہ اچھی نوکریاں اور اجرتیں ملتی ہیں

بلجیم میں مزدور پاکستانی مزدور کی نسبت زیادہ خوشحال ھیں

اسٹیفنی جیکو موٹ بلجیم میں مقیم ہیں۔ انکا تعلق فرانس سے ہے۔ وہ CADTM (مہم برائے تیسری دنیا کے قرضہ جات کی منسوخی) کی رہنما ہیں۔ یہ تنظیم دنیا بھر کے تیس سے زیادہ ممالک (جن میں لاطینی امریکہ، ایشیا، اور افریقہ کے متعدد ممالک شامل ہیں) میں ورلڈ بینک IMF اور دوسرے سامراجی ممالک اور اداروں کی جانب سے دیئے گئے ان قرضوں کے خاتمہ کے سلسلے میں مصروف جہد ہے جن کی سود کی مد میں یہ ممالک اصل قرضے سے تین گنا زیادہ رقم ادا کر چکے ہیں اور یہ قرضہ جات اکثر و بیشتر تیسری دنیا کے عوام دشمن حکمرانوں، فوجی سنگینوں کے سایوں میں اقتدار پر قبضہ کرنے والے ان آمروں کو دیئے گئے تھے۔ جنھوں نے قرض کی یہ رقم عوام دشمن منصوبوں اور ذاتی گروہی فسادات کو تقویت پہچانے پر صرف کی اور جن سامراجی شرائط پر یہ قرضے حاصل کئے گئے تھے وہ ان ممالک کے عوام کے آلام و مصائب میں مزید اضافے کا سبب بنے۔ CADTM کی رہنما اسٹیفنی جیکو موٹ کا حالیہ دورہ پاکستان اسی حوالے سے تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے لاہور، اسلام آباد، کراچی اور ملتان کے دورے کئے۔ وہاں اس حوالے سے مظاہروں میں حصہ لیا اور پریس کانفرنسز بھی کیں۔ کراچی آمد کے موقع پر انہوں نے لیبر پارٹی پاکستان، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن، نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن، ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن اور سندھ لیبر ریلیف کمیٹی کے ساتھیوں سے ملاقاتوں میں غیر ملکی قرضہ جات سے متعلق امور پر گفتگو کی۔ علاوہ ازیں انہوں نے کراچی پریس کلب پر قرضہ جات کی منسوخی کے سلسلے میں ایک پریس کانفرنس بھی کی اور ایک معروف انگریزی روزنامہ کو انٹرویو بھی دیا۔ کراچی میں اسٹیفنی جیکو موٹ نے ٹریڈ یونین، خواتین، ہوم بیسڈ وومن ورکرز اور لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے سینٹرز کا دورہ بھی کیا۔ نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن کے آفس میں آمد کے موقع پر ان سے جو گفتگو ہوئی وہ پڑھنے والوں کی آگاہی کے لیے پیش کی جارہی ہے۔

انٹرویو: زہرا اکبر خان

لیبر ایجوکیشن: بلجیم میں ہوم بیسڈ وومن ورکرز کی کیا صورت حال ہے؟

اسٹیفنی: بلجیم میں ہوم بیسڈ ورکر موجود نہیں ہیں البتہ عام گھریلو کام زیادہ ہے جس سے زیادہ تر دوسرے ملکوں سے آئی ہوئی محنت کش خواتین منسلک ہیں اور ان کی اجرتیں نہایت کم ہیں۔ مگر زیادہ تر خواتین ہوم کیئر، ٹیچر، صحت کے شعبے سے منسلک ہیں اور یہ جز وقتی کام ہوتا ہے جس کی اجرت بھی زیادہ نہیں ہوتی ہے۔ کم اجرتوں والی نوکریاں زیادہ تر خواتین کے لئے ہوتی ہیں۔ بلجیم اور فرانس میں خواتین یونیورسٹیز، اسکولوں میں بڑی پوزیشن پر ہیں مگر پھر بھی انہیں بڑی پوزیشن لینے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ پدرسری نظام ہے جو کہ خواتین کے

لئے رکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔

لیبر ایجوکیشن: بلجیم میں خواتین کی اجرت کی کیا صورتحال ہے؟

اسٹیفنی: مردوں کی اجرت اور عورتوں کی اجرت میں تفریق ہے۔ عورتوں کو مردوں سے 30 فیصد کم اجرت دی جاتی ہے۔ چاہے وہ تعلیم یافتہ ہوں یا ہنر مند، انہیں مردوں کے مقابلے میں زیادہ اہم یا بڑی پوسٹیں نہیں دی جاتی اور نہ ہی یکساں کام کی یکساں اجرت دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں زیادہ اچھی نوکریاں اور اجرتیں ملتی ہیں اور انتظامیہ بھی مردوں کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔ خواتین زیادہ تر bargaining (سودا کاری) نہیں کرتی ہیں جس طرح مرد کر سکتے ہیں۔ اور ان کے مطابق اس کی وجہ معاشرے میں مرد کی بالادستی ہے اور دوسرے اجرتوں میں کمی کی اہم وجہ خواتین کا زیادہ تر جز وقتی جاب ہے۔

لیبر ایجوکیشن: خواتین ورکرز کو فیکٹریوں میں کیا مسائل درپیش ہیں؟

اسٹیفنی: خواتین ورکروں کے مسائل اجرت کا کم ہونا، سوشل سیکورٹی اور ریٹائرمنٹ پنشن کا کم ہونا ہے۔ خواتین زیادہ تر صحت، تعلیم، نرسنگ اور بوڑھوں کی دیکھ بھال کا کام کرتیں ہیں۔ انڈسٹری میں بہت کم تعداد میں خواتین کام کرتی ہیں اس کی وجہ فیکٹریوں کا کم ہونا ہے۔ یہاں اسٹیل ملز، مشروبات کی فیکٹریاں اور آٹو موبائل کی فیکٹریاں ہیں مگر مردوں کی بالادستی قائم ہے۔

بلجیم کی زیادہ تر معیشت کا انحصار سروسز پر ہے۔

لیبر ایجوکیشن: ٹریڈ یونین میں خواتین کا کیا کردار ہے؟

اسٹیفنی: خواتین ٹریڈ یونین میں سرگرم ہیں مگر خواتین کے حقوق کا مسئلہ ٹریڈ یونینز کے لئے اہم مسئلہ نہیں ہے۔ اس کے لئے خواتین کو زیادہ زور دینا ہوگا کہ مردان کے ایشوز کو اٹھائیں اور اس پر بات کریں مگر یہ آسان کام نہیں ہے کیونکہ ٹریڈ یونین بھی ایک ادارہ ہے جہاں مرد کی حکمرانی ہے۔ خواتین ٹریڈ یونینسٹوں کا کہنا یہ ہے کہ اگر خواتین کی تحریک باہر مضبوط ہوگی تو ٹریڈ یونین کے اندر ان کے لئے اپنے حقوق حاصل کرنا آسان ہوگا مگر عورتوں کی تحریک اب مضبوط نہیں رہی، تو یہ مشکل عمل نظر آتا ہے۔ ملک میں ٹریڈ یونین تحریک کمزور ہوتی جا رہی ہے جس کی اہم وجہ فرنچ اور ڈچ زبان بولنے والی کمیونٹیوں میں تقسیم ہونے کا عمل ہے

لیبر ایجوکیشن: بائیں بازو کی سیاست کی کیا صورتحال ہے؟

اسٹیفنی: بلجیم میں ریڈیکل بایاں بازو کمزور ہے مگر سرمایہ داری کے خلاف شعور بہت مضبوط ہے اور اینٹی سرمایہ داری گروہ مضبوط ہو رہا ہے مگر ان کے درمیان تقسیم ایک اہم مسئلہ ہے۔ بلجیم میں طبقاتی تحریکیں خاصی کمزور ہیں اور دائیں بازو کی قوم پرستی کے رجحانات بڑھ رہے ہیں۔ ٹریڈ یونین فرنچ کمیونٹی میں زیادہ مضبوط ہے مگر طبقاتی ایشوز کو اہم نہیں سمجھا جاتا۔ سی اے ڈی ٹی ایم نظریے کی بنیاد پر عوام کو منظم کرنے کی بات کرتی ہے اور مختلف ٹریننگ، پروگرامز اور کانفرنسز کے ذریعے آگاہی فراہم کرتے ہیں۔

لیبر ایجوکیشن: عام طور پر جنس کی بنیاد پر خواتین کو کیا مشکلات درپیش ہیں اور تحریکیں موجود ہیں؟

اسٹیفنی: 1970 کی دہائی میں فیمینسٹ تحریک بہت مضبوط تھی اور بہت سے مسائل کو اٹھانے اور ان کے حل میں کامیابیاں بھی حاصل کیں جیسے اسقاط حمل، قانونا یکساں اجرتیں اور پبلک سروسز بھی حاصل کیں۔ مگر حکومت اب ان کے حقوق چھین رہی ہے۔ جسکی ایک وجہ میں سمجھتی ہوں کہ قرضے ہیں۔ قرضوں کی وجہ سے ہماری حکومت سوشل سیکٹر سے کٹ رہی ہے جو کہ عورتوں کی زندگی کو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہیں۔

بلجیم میں بھی گھریلو تشدد کے واقعات رونما ہوتے ہیں ایک اندازے کے مطابق، جو کہ رجسٹرڈ کیس ہیں، ہر دس میں سے ایک عورت تشدد کا نشانہ بنتی ہے۔ مگر خواتین اپنے اوپر ہونے والے تشدد کے خلاف پولیس میں نہیں جاتیں جس کی اہم وجہ شرم اور بدنامی ہے اور سمجھتی ہیں کہ وہ مردوں سے کمتر ہیں۔ قوانین خواتین کی برابری کی بات کرتے ہیں مگر پھر وہی بات کہ تمام ادارے پدرسری نظام پر based کرتے ہیں۔ اسٹیفنی کے مطابق خواتین کی حوصلہ افزائی صرف پارٹ ٹائم نوکریوں پر کی گئی ہے جس میں اجرت بہت کم ہے اور اس وجہ سے انہیں بے روزگاری الاونس نہیں دیا جاتا جس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ پارٹ ٹائم جاب سے کچھ نہ کچھ کما رہی ہیں۔ تحریکیں موجود ہیں مگر وہ visible نہیں ہیں۔ 80 کی دہائی میں خواتین کی تحریکیں بہت سرگرم تھیں۔

لیبر ایجوکیشن: پاکستان اور بلجیم کے محنت کشوں کا موازنہ کیسے کریں گی؟

اسٹیفنی: سوشل سیکورٹی اور حقوق کے لحاظ سے بلجیم میں ورکرز پاکستانی ورکرز کے مقابلے میں زیادہ اچھی حالت میں ہیں۔ مگر پاکستان میں مجھے جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ کہ یہاں ورکرز اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔

لیبر ایجوکیشن: موجودہ صورتحال میں پاکستان کی محنت کش خواتین کی زندگی میں بہتری لانے کے لئے کیا اقدامات کئے جا سکتے ہیں؟

اسٹیفنی: مذہب ایک اہم ایشو ہے خواتین کی طرف سے یہ ڈیمانڈ آنی چاہیے کہ مذہب کو ریاست سے الگ ہونا چاہیے اور مذہب کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لیبر ایجوکیشن: خواتین اور محنت کشوں کو کیا پیغام دیں گی؟

اسٹیفنی: جدوجہد جاری رکھیں کیونکہ وہ حق پر ہیں میرا اور سی ڈی ٹی ایم کا تعاون ان کے ساتھ ہے۔

☆☆☆

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ورکشاپس کا انعقاد کیا گیا

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام 30 نومبر تا یکم دسمبر کو محنت کشوں کے لیے بنیادی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ اس ورکشاپ میں ٹریڈ یونین کیا ہے؟ مقاصد اور دائرہ کار، ٹریڈ یونین کے فوائد، سی بی اے معاملات، ٹریڈ یونین کا تاریخی پس منظر، تحریکوں میں خواتین کا کردار، پاکستان میں محنت کشوں کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات کے موضوعات پر بات چیت کی گئی۔

☆☆☆

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام 25-24 نومبر کو لیبر کمیونٹی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ اس ورکشاپ میں صحت، ایڈز بارے آگہی، عالمی حقوق کا منشور، صنف اور جنس میں فرق، تشدد کیا ہے؟ اس کی اقسام کے حوالے سے مقررین نے اظہار خیال کیا۔ اس ورکشاپ میں 25 کمیونٹی کے متحرک کارکنوں نے شرکت کی۔

☆☆☆

قانون کی خلاف ورزی کرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے

پاکستان بھٹہ مزدور یونین کی کاوشوں سے بھٹہ مزدور خاندان بھٹہ مالک کی قید سے آزاد

عمر حیات جو ایک بھٹہ مزدور ہے۔ اس کے خاندان میں 12 افراد شامل ہیں جو سب بھٹے جوراہ ولی میں منیر کمار کا بھٹہ ہے پر کام کرتے ہیں۔ یہ بھٹہ مالک ان بھٹہ مزدوروں سے جبری مشقت لیتا تھا۔ انہیں کام کی پوری اجرت بھی نہیں دی جاتی ہیں۔ علاج معالجے کے لیے اگر بھٹہ مالک سے اجرت کا مطالبہ کیا جائے تو وہ نہ دیتا تھا بلکہ علاج کے لیے انہیں کام سے چھٹی بھی نہیں ملتی تھی جس کی وجہ سے ان کا ایک بچہ زندگی کی بازی ہار گیا۔ رات کو ان کے گھروں پر پہرہ لگا دیا جاتا تھا کہ یہ کہیں جا نہ سکیں۔ انہیں دھمکیاں دی جاتی تھیں کہ اگر یہ خاندان کہیں گیا تو انہیں بیچ دیا جائے گا یا مروا دیا جائے گا۔ عمر حیات نے پاکستان بھٹہ مزدور یونین کے جنرل سیکرٹری محمود احمد بٹ سے رابطہ کیا جس نے عدالت میں کیس درج کروا دیا، جج شیخ عبدالرؤف کی عدالت میں ربیعہ باجوہ ایڈووکیٹ پیش ہوئی۔ جج نے پولیس کی رٹ کے ذریعے اس خاندان کو رہائی دلوائی اور سختی سے بھٹہ مالک کو تنبیہ کی کہ اگر اس نے آئندہ کسی بھی مزدور سے جبری مشقت لینے کی کوشش کی یا پیشگی کی مد میں بھاری رقم بطور قرضہ دیا تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی اور قانون توڑنے کی کسی کو بھی اجازت نہیں ہے۔ عمر حیات نے بھٹہ مزدور یونین کا شکریہ ادا کیا۔

☆☆☆

پی ٹی سی ایل ورکرز یکجہتی ملٹی پارٹی کانفرنس

پی ٹی سی ایل کے محنت کشوں نے ہمیشہ جدوجہد کے میدان میں بے پناہ جرأت کا مظاہرہ کیا

اینٹی پرائیویٹائزیشن الائنس کے زیر اہتمام 25 نومبر کے دن پی ٹی سی ایل ورکرز یکجہتی ملٹی پارٹی کانفرنس کا انعقاد ہوا

پی ٹی سی ایل متحدہ ورکرز اتحاد (پاکستان)

پی ٹی سی ایل میں محنت کشوں کی جدوجہد

پی ٹی سی ایل کے محنت کشوں نے ہمیشہ جدوجہد کے میدان میں بے پناہ جرات کا مظاہرہ کیا۔ نجکاری کے خلاف 2005ء میں پرویز مشرف آمریت کے دوران تاریخی تحریک وہڑتال سے پاکستان کی مزدور تحریک کو نئی زندگی دی۔ وکلاء کی عدلیہ کی بحالی کی تحریک میں ملک بھر میں نہ صرف فعال کردار ادا کیا بلکہ اس تحریک کے دوران پی ٹی سی ایل مزدور راہنما طارق عباسی نے اسلام آباد میں ہونے والے بم دھماکہ میں جام شہادت نوش کیا۔ پی ٹی سی ایل کی نجکاری کے موقع پر پی ٹی سی ایل کا سالانہ منافع 29 ارب سے زیادہ تھا لیکن بدقسمتی سے 2006ء میں اتصلات کے کنٹرول سنبھالنے کے بعد پی ٹی سی ایل میں انتظامی بدانتظامیوں، شاہ خرچیوں اور غیر ترقیاتی اخراجات کے باعث منافع میں کمی ہونا شروع ہوگئی کیونکہ پی ٹی سی ایل انتظامیہ از خود Institutional Corruption میں ملوث ہے اور اُن کی اس بددیانتی کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ نجکاری کے بعد تا حال انہوں نے انٹرنل آڈٹ نہیں کروایا اور اب تک اربوں روپے کی کرپشن کر چکی ہے۔

نجکاری کے بعد اتصلات کے مزدور کش اقدامات

اتصلات کی انتظامیہ نے کوشش کی کہ ملازمین کی مراعات میں کمی کی جائے۔ ملازمین کی تعداد کو کم کیا جائے اور ٹریڈ یونین کے قانونی حق کو مکمل طور پر ختم کیا جائے انتظامیہ نے 15 نومبر 2007ء کو جب ملک میں ایمرجنسی نافذ تھی، بنیادی حقوق معطل تھے، 32 ہزار ملازمین کو Not Needed, Redudant and Surplus قرار دے کر VSS کے نام پر ملازمتوں سے فارغ کر دیا جبکہ 3 ہزار سے زائد افسران کو اتنی بھاری تنخواہوں اور مراعات پر بھرتی کیا جس کا یورپ اور امریکہ میں بھی تصور نہیں۔ پی ٹی سی ایل کے اعلیٰ افسران کی ماہانہ تنخواہ 19 لاکھ روپے ماہانہ تک ہے۔ دوسری جانب عام ملازمین کی تنخواہوں میں حکومت کی جانب سے بجٹ میں مہنگائی کے تناسب سے سالانہ کئے جانے والے اضافہ دینے سے بھی گریز کیا گیا۔ ٹریڈ یونین کی جانب سے طے شدہ معاہدوں پر عملدرآمد سے ہمیشہ انکار کیا۔ اس صورت حال میں گزشتہ 4 سال سے بار بار صنعتی تنازعات پیدا ہوئے۔ اتصلات انتظامیہ نے ہمیشہ دھوکا دہی کے ذریعہ وقت گزارنے کی کوشش کی۔ 2008ء میں ایک سازش کے تحت UPS کے نام پر ملازمین کی ملازمتوں کو حاصل قانونی تحفظ کو ختم کرنے کی کوشش کی جس پر ملک بھر میں ورکرز نے ہڑتال کر دی اور انتظامیہ کو نہ صرف وہ UPS واپس لینا پڑا بلکہ حکومتی اعلان کردہ Basic Pay Scale کے مطابق پی ٹی سی ایل ملازمین کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کرنا پڑا۔ 2009ء کے بجٹ میں ملازمین کی تنخواہوں میں 20 فیصد اضافے کے اعلان پر عملدرآمد کیلئے پی ٹی سی ایل کے مزدوروں نے احتجاج کیا تو انتظامیہ نے مزدوروں کے خلاف دہشت گردی کے مقدمے قائم کر کے جیل بھجوا دیا جو تا حال چل رہے ہیں۔

ضلعی انتظامیہ اسلام آباد کا رویہ

دھرنے اور احتجاج کو روکنے کی تمام کوششوں میں ناکامی کے بعد 3 اگست 2010ء کو پی ٹی سی ایل اتصلات انتظامیہ نے اسلام آباد انتظامیہ کے ساتھ مل کر افطاری کے فوراً بعد شام 7 بجے پرامن مزدوروں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور 52 مزدوروں اور رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ مزدور رہنماؤں کے خلاف دہشت گردی ایکٹ کے تحت اور دیگر فوجداری دفعات کے تحت غیر قانونی مقدمے درج کر دیے گئے۔ حراست کے دوران مزدور رہنماؤں پر بدترین تشدد کیا گیا اور ہڑتال ختم کرنے کیلئے دباؤ ڈالا گیا۔

تشدد سے 5 مزدور رہنما شدید زخمی ہوگئے۔ قیادت کی گرفتاری کے باوجود پی ٹی سی ایل کے محنت کشوں نے ہڑتال اور احتجاج جاری رکھا۔

یقین دہانیاں

16 ستمبر 2010ء کو بعض سیاسی رہنماؤں کی مداخلت اور یقین دہانی پر ورکرز اتحاد نے ہڑتال کو موٴخر کرنے کا اعلان کیا۔ انتظامیہ نے اخبارات میں اشتہار جاری کیا تھا کہ ڈیوٹی پر واپس آنے والے تمام ملازمین کے خلاف تادیبی کارروائیاں ختم کر دی جائیں گی۔ لیکن برطرف معطل اور شوکاز کئے گئے ملازمین کو بحال نہ کیا گیا اور ہزاروں ملازمین کا عید بونس بھی بند کر دیا گیا۔

عدالتی احکامات کی درگت

اس کے خلاف متحدہ ورکرز اتحاد میں شامل تمام یونینز نے NIRC قومی صنعتی تعلقات کمیشن میں مقدمہ دائر کیا جس نے ہڑتال کے دوران انتظامیہ کی جانب سے برطرف معطل کئے گئے تمام ملازمین کو بحال کرنے سمیت تمام شوکاز نوٹس واپس لینے کا حکم جاری کر دیا لیکن طاقت کے نشے میں مست پی ٹی سی ایل کی اتصلات انتظامیہ نے حسب روایت عدالتی احکامات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اپنی ہٹ دھرمی برقرار رکھی جبکہ اخبارات اور قومی میڈیا میں جاری کئے گئے اعلانات کے باوجود مزدوروں رہنماؤں کے خلاف مقدمے واپس نہیں لئے گئے۔ تنخواہوں میں 50 فیصد اضافہ نہیں کیا گیا۔ 12 فیصد شیئرز نہیں دیئے گئے۔ 1200 سے زائد ملازمین 2 ماہ سے بغیر تنخواہ کے گزارہ کرنے پر مجبور ہیں۔

میڈیا مالکان کا کردار

اس ہڑتال کو سبوتاژ کرنے اور منفی ثابت کرنے کیلئے پی ٹی سی ایل کی طرف سے میڈیا مالکان میں مراعات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں پی ٹی سی ایل کے ان ورکروں کی جدوجہد کا کوئی نشان نہ دیا گیا اور ہڑتال کو میڈیا کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی۔ اگر ہم اس ہتھکنڈے کو ملاحظہ کرنا چاہیں تو پی ٹی سی ایل کی ویب سائٹ پر اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ کوئی خبر، کوئی تصویر شائع نہیں کی جا رہی تھی یہ ہمارے میڈیا مالکان کا حال ہے۔

موجودہ صورتحال

2010ء میں موجودہ حکومت نے بجٹ میں تمام پبلک سیکٹر ملازمین کی تنخواہوں کی موجودہ بنیادی تنخواہ کے 50 فیصد کے برابر ایڈہاک الاؤنس دینے کا اعلان کیا۔ پی ٹی سی ایل تمام یونینز نے انتظامیہ سے تنخواہوں میں اضافہ سمیت دیگر تمام قانونی طے معاملات پر عمل درآمد کا مطالبہ کیا لیکن پی ٹی سی ایل اتصلات کی انتظامیہ نے نہ صرف روایتی ہٹ دھرمی برقرار رکھی بلکہ حکومتی 12 فیصد شیئرز جو بے نظیر بھٹو شہید سٹاک آپشن سکیم کے تحت پی ٹی سی ایل مزدوروں کو منتقل ہونے ہیں، 12 سالہ پرموشن، قانون کے مطابق عید بونس، محکمانہ ترقی دیگر اداروں کی طرح پی ٹی سی ایل کے (NCPG) ڈیلی ویجز کنٹریکٹ ملازمین کو مستقل کرنے جیسے تمام قانونی حقوق کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں۔ حتیٰ کہ پی ٹی سی ایل کے پنشنرز کی پنشن میں بھی اضافہ کرنے سے انکار کر دیا۔ پی ٹی سی ایل اتصلات انتظامیہ کے اس غیر انسانی غیر قانونی طرز عمل کے خلاف پی ٹی سی ایل کی نمائندہ یونینز ایمپلائز یونین، لائینز سٹاف یونین، لیبر یونین، مزدور دوست یونین، کمپنی لائنز سٹاف یونین اور ورکرز یونینز نے متحدہ ورکرز اتحاد کے نام سے ایک مشترکہ پلیٹ فارم قائم کر کے جدوجہد کا آغاز کر دیا۔

قومی اخبارات اور میڈیا کے ذریعے تمام ایوانوں تک مزدوروں کے مسائل کو پہنچایا تحریری طور پر تمام حکومتی اداروں، وزارتوں کے ذمہ داران سے بات چیت کی لیکن کسی بھی طرف سے مثبت جواب نہ ملنے پر 16 اگست سے ملک بھر میں پرامن ہڑتال شروع کر دی۔ پی ٹی سی ایل کے 26 ہزار سے زائد محنت کش ہڑتال میں شامل ہو گئے۔

پی ٹی سی ایل اتصلات انتظامیہ نے ہڑتال کو روکنے کیلئے ہر حربہ استعمال کیا۔ 18 اگست لاہور ہائی کورٹ میں کیس دائر کر دیا جسے عدالت نے ہڑتال کو مزدوروں کا بنیادی جمہوری حق قرار دیتے ہوئے غیر قانونی قرار دینے سے انکار کر دیا۔ ہائی کورٹ میں انتظامیہ نے کسی بھی ملازمت کو برطرف نہ کرنے شوکاز نہ دینے تنخواہ بند نہ کرنے معطل نہ کرنے یقین دہانی کرائی جبکہ یونین لیڈروں نے ہڑتال و احتجاج کو پرامن بات چیت کر کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن طاقت کے نشے میں مست انتظامیہ نے عدالت کے حکم کے برعکس سینکڑوں ملازمین کو برطرف کر دیا۔ شوکاز نوٹس جاری کر دیئے معطل کر دیا اور رمضان کے مہینے میں 16400 ملازمین کی تنخواہ بند کر دیں تمام ظلم اور سختیوں کے باوجود پی ٹی سی ایل کے محنت کشوں نے ہڑتال جاری رکھی اور 31 اگست 2010ء کو پی ٹی سی ایل کے ملک بھر سے ہزاروں ملازمین نے اسلام آباد میں پی ٹی سی ایل ہیڈ کوارٹرز میں پرامن دھرنا دے دیا۔

انتظامیہ کے اعلیٰ افسران ملکی و بین الاقوامی لیبر قوانین کے برخلاف ملازمین کے ساتھ جنگی قیدیوں جیسا سلوک کر رہے ہیں۔ 61 ارب سالانہ آمدنی رکھنے والی پی ٹی سی ایل کے لیے 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس محض ایک ہفتے کی آمدنی کے برابر بنتی ہے۔ لیکن غیر جمہوری سماج سے تعلق رکھنے والے اتصلات کے مالکان پی ٹی سی ایل کے مزدوروں کو کچل دینا چاہتے ہیں کیونکہ انہیں ورکروں کی نہیں بلکہ غلاموں کی ضرورت ہے۔ جتنے بھی مزدوروں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں ہیں یا ملازمتوں سے برطرف کر دیئے گئے ان کا صرف ایک ہی جرم ہے پی ٹی سی ایل اور پاکستان کے مزدور کی عزت نفس کی بحالی اور مراعات کا حصول ہے۔ پی ٹی سی ایل کے سینکڑوں محنت کش انتہائی بدحالی کا شکار ہیں۔ ان کے گھروں کے چولہے بند ہو چکے ہیں لیکن وہ پھر بھی جرأت کے ساتھ میدان عمل میں ڈٹے ہوئے ہیں اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

پی ٹی سی ایل متحدہ ورکرز اتحاد پی ٹی سی ایل کے تمام محنت کشوں، پاکستان کے تمام مزدوروں کسانوں، نوجوانوں، وکلاء، سماجی تنظیموں، سیاسی جماعتوں تاجروں سے اپیل کرتی ہے کہ مشکل کی اس گھڑی میں پی ٹی سی ایل کے مزدوروں کے ساتھ سیاسی/ مالی یکجہتی/ قانونی مدد کریں تاکہ پی ٹی سی ایل کے مزدور اپنی اس تحریک میں کامیاب ہوں۔ ایک چھوٹی سی کامیابی ایک بڑی فتح کی علامت ہے۔ جبکہ ایک چھوٹی شکست بڑی تباہی کی بنیاد بن جاتی ہے۔ ہم نہ صرف پی ٹی سی ایل بلکہ عالمی سامراجی اداروں کی مزدور دشمن پالیسیوں کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہم آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ پی ٹی سی ایل کے مزدوروں کے حقوق کی تحریک میں ہمارا ساتھ دیں۔ یہ صرف پی ٹی سی ایل کے مزدوروں کی نہیں بلکہ پاکستان کے محنت کش عوام کی بھی فتح ہوگی۔ پی ٹی سی ایل کے محنت کشوں کی تحریک عارضی طور پر موخر ہوئی ہے جسے دوبارہ صف بندی کے ساتھ نئے لائحہ عمل کی ضرورت ہے اس کے لئے آپ سے تجاویز کی درخواست کرتے ہیں۔

پی ٹی سی ایل کے مزدوروں کے جائز وقانونی مطالبات

1۔ پی ٹی سی ایل کے مزدوروں کے خلاف تمام جھوٹے فوجداری مقدمات واپس لئے جائیں۔

2۔ تمام برطرف کئے گئے، معطل کئے گئے، ملازمین کو بحال کیا جائے، شوکاز نوٹس واپس لئے جائیں۔

3۔ NCPG، ڈیلی ویجز اور کنٹریکٹ ملازمین کو وزیر اعظم پاکستان اور سپریم کورٹ کے حکم کے مطابق مستقل کیا جائے۔

4۔ پی ٹی سی ایل ملازمین کو کم از کم ایک ماہ کی مکمل تنخواہ کے برابر عید بونس دیا جائے۔

5۔ ملازمین کو غیر مشروط 50 فیصد ایڈہاک الاونس دیا جائے چینل آف پرموشن کو بحال کیا جائے۔

6۔ بینظیر بھٹو شہید سٹاک آپشن سکیم کے تحت حکومتی ملکیتی 12 فیصد شیئرز پی ٹی سی ایل ملازمین کو فوراً منتقل کئے جائیں۔

7۔ پی ٹی سی ایل کی نجکاری منسوخ کی جائے۔ پی ٹی سی ایل کو قومی تحویل میں واپس لیا جائے۔

8۔ پی ٹی سی ایل کی نجکاری سے تاحال آڈٹ آڈیٹر جنرل آف پاکستان سے کروایا جائے۔

مشکل کی اس گھڑی میں پی ٹی سی ایل کے مظلوم مزدوروں کا ساتھ دے کر پاکستان کے ایک اہم ادارے پی ٹی سی ایل کو بچانے میں اپنا حصہ ڈالیں۔

☆☆☆

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا مقصد پاکستان کے محنت کش طبقہ کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ اپنے معاشی، سماجی وسیاسی حقوق کا تحفظ کر سکے۔ "لیبر ایجوکیشن" تنظیم کا ماہانہ نیوز لیٹر ہے۔